علماء یہود کے نبی کریم ﷺ سے سوالات اور حضرت عبد اللہ بن سلام کا قبول اسلام (ایک تجزیاتی مطالعہ)

The Questions of the Jewish Scholars to the Holy Prophet ﷺ and the Acceptance of Islam by Hazrat Abdullah Bin Salam (An Analytical Study)

Dr. Nighat Akram
Assistant Professor Department of Islamic Studies
University of Poonch Rawalakot, AJK
Email: nighatakram@upr.edu.pk
Dr Rizwana Kausar
Lecturer Of Islamic Studies
The University of Azad Jammu & Kashmir, Muzaffarabad
Email: Rizwanakousar94@gmail.com
Dr Hafiz Muhammad Ibrar Ullah
Assistant Professor of Islamic Studies
The University of Azad Jammu & Kashmir, Muzaffarabad
Email: hafizibrar87@gmail.com

Abstract
Judaism was a heavenly religion, and its followers believed in the book revealed to Prophet Musa (علیہ السلام), the mother tongue of the Jews was Hebrew, but when they came to the Arabian Peninsula, their language gradually became completely Arabic. Among them, the Hebrew language still remained as a religious language, which the scholars knew, had their religious books in it, and in that language they used to recite them. The nation of Jews, on whom the mercy of Allah Almighty can be measured by the fact that Allah Almighty sent among them seventy thousand prophets according to one saying and four thousand according to another saying from Hazrat Musa to Hazrat Essa (علیہ السلام). Hazrat Abdullah bin Salam's name was Hasween during the period of Jahiliyyah . With the acceptance of Islam by Hazrat Abdullah bin Salam, his family also became Muslims.The most important book in Judaism is the Torah, And then there is the Talmud. It was necessary for the scholars of the Jews to understand the religion that came down from heaven as correct. And the last Prophet Muhammad(ﷺ) was given such a Shariat which is the source of salvation for the whole world. As science and knowledge progress, the principles of Islam shine And great philosophers and educated people are becoming Muslims Soon the time will come when only Islam will remain.
Keywords: Religious questions ،Scholars, faith, dawah

تعارف

مدینہ منورہ کے قریب ترین پڑوسی یہود ہی تھے یہ لوگ اگرچہ مسلمانوں سے عداوت رکھتے تھے، لیکن انہوں نے کبھی کسی جھگڑے اور محاذ آرائی کا اظہار نہیں کیا[1]

نبی کریمؐ جب مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو علمائے یہود خاص طور پر نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے امتحاناً مختلف قسم کے سوالات کیے اس لیے کہ علماء یہود کو انبیاء سابقین کی بشارتوں سے نبی کریمؐ کے ظہور کا بخوبی علم تھا اور وہ یہ جانتے تھے کہ موسیٰ علیہ سلام نے جس نبی کے ظہور کی بشارت دی، عنقریب ان کا ظہور ہونے والا ہے اور وہ آپ کی بعثت کے منتظر تھے[2]

پہلی بار جب نبی کریم ﷺ نے انصار کے سامنے اسلام پیش کیا تو یہ لوگ آپس میں مشورے کرتے رہے اور کہتے رہے کہ یہ وہی نبی ﷺ ہیں جن کے ظہور کا یہود تذکرہ کیا کرتے ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس سعادت اور فضیلت میں ہم سے سبقت لے جائیں۔[3]

یہودیوں کے مشہور قبیلے بنی نضیر کو نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ سے جلا وطن کیا تھا، اس کے ساتھ یہودیوں نے اونچے اونچے دعوے کئے مگر ان کے سارے دعوے جھوٹے ثابت ہوئے اور وہ ان تمام بھلائیوں اور کامیابیوں سے محروم رہ گئے تھے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرنے سے نصیب ہوتی تھیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کوئی شخص اس وقت تک عالم کہلانے کا مستحق نہیں ہوتا جب تک وہ ان کی شرائط پر پورا نہ اترتے ہو، ایک مرتبہ آپ رحمہ اللہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا اور کہا گیا کہ فقہاء آپ کی مخالفت کرتے ہیں، فرمایا، تیری ماں تجھ کو روئے، تُونے فقیہ دیکھا بھی ہے اور جانتا بھی ہے کہ فقیہ کسے کہتے ہیں، فقیہ وہ ہے جو زاہد و عابد ہو، اپنے سے بلند مرتبہ کی پرواہ نہیں کرتا، اپنے سے کم رتبے والے کا مذاق نہ اڑاتا ہو، اور اللہ نے اس کو جو علم عطا کیا ہے اس سے وہ اس قلیل دنیا کی منفعت حاصل نہیں کرتا۔[4]

دین شریعت کا ہر ایک حکم متوسط اور معتدل ہوتا ہے، افراط اور تفریط سے پاک ہوتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی طرح اس میں سختی اور شدت بھی نہیں ہے اور نہ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی طرح سہولت ہے، بلکہ شریعت اسلامیہ شدت اور خفت کے درمیان ہے[5]

اسلام کی تعلیمات وضاحت کرتی ہے کہ اسلام ایک امن اور سلامتی والا دین ہے، دین شریعت ہمیشہ انسان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

بعض یہود علماء نے جب دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کے انکار سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا تو انہوں نے تمام لوگوں سے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ کوئی چیز بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نازل نہیں کیں۔[6]

ارشاد باری تعالیٰ ہے

ترجمہ: جب انہوں نے کہا: اللہ نے کسی انسان پر کوئی چیز نہیں نازل کی[7]۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اشرف المخلوقات میں سے جن کو پسند کیا، ان کو ایمان کی دولت سے نوازا، پھر ایمان داروں میں جن کو پسند کیا ان پر احسان عظیم کرتے ہوئے ان کو علوم دینیہ سے نوازا، اور دین کی سمجھ عطا فرمائی، اور ان کو اور لوگوں پر فضیلت بخشی، علم ہی کی وجہ سے غافل لوگوں کو تنبیہ ملتی ہے علم اور علماء کرام ہمارے شہروں کے لئے روشنی کے مینار اور علم کے چشمے ہیں، یہ لوگ رہنمائی کے چراغ ہیں، گمراہوں کے دل انہیں سے مرتے ہیں اور اہل حق کے دل انہیں سے زندہ ہیں، زمین میں ان کی مثال آسمان میں ستاروں جیسی ہے۔

یہودیوں کا ایک بڑا عالم تھا، جس کا نام مالک ابن صیف تھا، اس کو حبر الاحبار کہا جاتا ہے، کچھ یہودی جمع ہوئے اور اس یہودی عالم مالک ابن صیف کو بُلا کر نبی اکرم ﷺ سے بحث کرنے آئے، حضرت محمد ﷺ فرمانے لگے، میں آپ لوگوں کو اس ذات کا قسم دیتا ہوں، جس ذات نے تورات کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا، تورات میں کیا آپ نے دیکھا ہے کہ "موٹا عالم بننا اللہ تبارک وتعالیٰ کو پسند نہیں ہوتا"، تو اس نے کہا کہ تورات میں یہ بات موجود ہے تو حضرت محمد ﷺ نے فرمایا، تُو ہی موٹا عالم ہے، اس پر وہ غصہ ہوئے اور کہنے لگے کہ کسی بھی آدمی پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا، تو یہ ایت مبارکہ اس بارے میں نازل ہوئی اور اس ایت مبارکہ میں ارشاد ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام جو کتاب لائے تھے وہ کس نے نازل کی تھی؟ تو اس پر اس یہودی عالم کے پاس جواب نہیں تھا، یہودیوں نے اس کو معزول بھی کر دیا اور اس کو جھڑکنے لگے۔[8]

ایک روز یہودیوں کی ایک گروہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی، انہوں نے کہا کہ اے ابو القاسم آپ ہم سے وہ چند خصلتیں بیان کیجئے جو ہم آپ سے دریافت کریں، جن کو سوائے نبی کے کوئی نہیں جانتا، آپ نے فرمایا کہ تم جو چاہو مجھ سے دریافت کرو، لیکن میرے لئے اللہ کو ذمہ دار کرو اور جو عہد یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے لیا تھا وہ مجھ سے کرو کہ اگر میں تم سے کچھ بیان کروں اور تم اسے سمجھ لو تو تم اسلام پر میری پیروی کروگے، ان لوگوں نے کہا کہ یہ بات منظور ہے، فرمایا، پھر جو چاہو مجھ سے پوچھو، یہودی علماء نے کہا ہمیں بتائیں کہ وہ کون سا کھانا تھا جو یعقوب علیہ السلام نے تورات نازل ہونے سے پہلے اپنے اوپر حرام کیا تھا اور یہ بتائیں کہ عورت کی منی کی مرد کی منی سے کیا کیفیت ہوتی ہے اور اس سے لڑکا کیسے پیدا ہوتا ہے اور لڑکی کیسے پیدا ہوتی ہے سونے میں نبی کی کیا کیفیت ہوتی

ہے اور کون سا فرشتہ اس کا دوست ہوتا ہے آپ ﷺ نے انھیں فرمایا کہ تم پر اللہ کا عہد لازم ہے اگر میں تمھیں بتادوں گا تو تم لوگ ضرور میری پیروی کروگے چنانچہ آپ ﷺ نے جو عہد وپیمان چاہا وہ انہوں نے آپ ﷺ سے کرلیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمھیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسی علیہ السلام پر تورات نازل کیا ہے کیا تم جانتے ہو کہ یعقوب علیہ السلام سخت بیمار ہوگئے اور ان کی علالت طول پکڑ گئی تو انہوں نے اللہ کے واسطے نذر مانی کہ اگر اللہ انہیں شفا دے گا تو وہ اپنے اوپر سب سے زیادہ پسندیدہ کھانے کی چیز اور سب سے زیادہ پسندیدہ پینے کی چیز حرام کرلیں گے، تو ان کی سب سے زیادہ پسندیدہ کھانے کی چیز اونٹ کا گوشت اور سب سے زیادہ پسندیدہ پینے کی چیز اونٹ کا دودھ تھا، انہوں نے کہا ایسا ہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ، ان لوگوں پر گواہ رہنا۔[9]

پھر آپ ﷺ نے فرمایا میں تمھیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسی علیہ السلام پر تورات نازل کیا ہے کیا تم جانتے ہو کہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہوتی ہے اور عورت کی منی زرد اور پتلی ہوتی ہے پھر ان میں سے جو غالب ہوتی ہے اللہ کے حکم سے بچہ اور شباہت اسی کی ہوتی ہے اگر مرد کی منی عورت کی منی پر غالب ہو تو اللہ کے حکم سے لڑکا پیدا ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی مرد کی منی پر غالب ہو تو اللہ کے حکم سے لڑکی پیدا ہوتی ہے ان لوگوں نے کہا ایسا ہی ہے ، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ، ان لوگوں پر گواہ رہنا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا میں تمھیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسی علیہ السلام پر تورات نازل کیا ہے کیا تم جانتے ہو کہ نبی کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا قلب نہیں سوتا، ان لوگوں نے کہا ایسا ہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ، ان لوگوں پر گواہ رہنا۔[10]

پھر ان لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ ہم سے یہ بیان کر دیجئے کہ کون سا فرشتہ آپ ﷺ کا دوست ہے پھر اسی وقت ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہو جائیں گے یا آپ ﷺ کو چھوڑ دیں گے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے دوست حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں، اور کبھی کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا، جن کے وہ دوست نہ ہو، انہوں نے کہا کہ ہم آپ ﷺ کو چھوڑیں گے اور اگر آپ ﷺ کا دوست جبرائیل علیہ السلام کے سوا کوئی اور فرشتہ ہوتا تو ہم ضرور آپ کی پیروی کرتے اور آپ کی تصدیق کرتے، آپ ﷺ نے فرمایا، اب تمھیں میری تصدیق کرنے سے کون سا امر مانع ہے ان لوگوں نے کہا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہمارے دشمن ہیں۔[11]

یہودی علماء میں کچھ ایسے تھے، جنہوں یہ کیا، کہ با قاعدہ طور پر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے، کہ اسلام ایک اچھا دین ہے، اس کو صدق دل سے قبول کر لینا چاہیئے، لیکن خود اس قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھے مطلب یہ نہیں کہ کوئی کسی کو نصیحت نہ کریں، بلکہ یہ ضروری ہے کہ نصیحت کرنے والا خود اس نصیحت پر عمل کرتا ہو۔[12]

یہودیوں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ سے کہا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے پاس آسمان سے کون سا فرشتہ آتا ہے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے ان کو فرمایا کہ وہ فرشتہ حضرت جبرئیل ہیں، ایک یہودی عالم جس کا نام ابن صوریا تھا، وہ کہنے لگے، کہ جبرئیل تو ہمارے دشمن ہیں، اور ان کی دشمنی ہمارے ساتھ پہلے بھی رہی ہے اگر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے پاس حضرت میکائیل علیہ السلام آتے تو ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ پر ایمان لاتے۔[13]

یہودی علماء تورات میں تحریف کیا کرتے تھے جو حکم ان کو پسند ہوتا، اس پر عمل کرتے تھے اور جو حکم ان کو ناپسند ہوتا، اس سے انکار کرتے تھے، اور اس کو نہیں مانتے، صرف اپنی سہولت اور اپنی آسانی کو دیکھتے تھے، کہ جس چیز میں ان کے لئے سہولت اور آسانی ہوتی تو کہتے کہ ہم اپنے دین پر عمل کرتے ہیں، اور جس حکم میں ان کے لئے مشقت، تکلیف، اور پریشانی کا سامنا ہوتا، تو پھر یہ لوگ دین کو بھول جاتے تھے، یہی وجہ تھی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے دلوں میں قیامت تک کے لئے بغض وعداوت کو ڈال دیا۔

ایک دفعہ ایک واقعہ خیبر کے یہودیوں میں پیش آیا، اور جو تورات کا حکم تھا، اس کے مطابق ان کی سزا سنگساری تھی، مگر یہ سزا پانے والے کسی معزز خاندان سے تھے،، یہودیوں نے سزا میں نرمی چاہی، یہ ان کے ہاں قدیم رواج تھا، کہ کوئی بڑے خاندان سے جرم کرتا تو ان کے لئے نرمی کرتے، یہودی علماء کو یہ پتہ تھا کہ دین اسلام نرمی کرتا ہے اور یہی خیال کیا کہ دین اسلام میں اس سزا میں کمی آئے گی، جو خیبر کے یہودی تھے انہوں نے بنی قریظہ کے یہودیوں کے پاس ایک پیغام بھیجا کہ یہ فیصلہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ سے کیا جائے، جو دو مجرم تھے، ان کو ساتھ بھیج دیا، اور ان کا یہی سوچ تھا کہ اگر سزا میں کمی ہوئی تو مان لیں گے اور سزا میں سخت ہوئی تو نہیں مانیں گے بنی قریظہ کے یہودی تردد میں تھے کہ معلوم نہیں کہ کیسا فیصلہ سُنایا جائے گا اور پھر وہاں پر ہمیں ماننا بھی پڑے، لیکن گفتگو کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ہی فیصلہ کریں اور ان کی خدمت میں ان مجرموں کو حاضر کیا جائے۔[14]

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی خدمت میں کعب بن اشرف یہودی کا ایک وفد حاضر ہوا اور پوچھا کہ ایک شادی شدہ جوڑا زنا میں مبتلا ہو جائیں تو کیا سزا ہو گی، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا کہ کیا آپ فیصلہ مان لیں گے، یہودیوں نے اقرار کرتے ہوئے کہا کہ ہاں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے یہ حکم نازل کیا کہ ان کی سزا سنگسار کر کے قتل کرنا ہے، جب یہودیوں نے یہ فیصلہ سُنا تو انکار کر گئے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو جبرئیل علیہ السلام نے مشورہ دیا کہ آپ ان لوگوں سے کہیں کہ ابن صوریا کو اس فیصلے کا حکم بنا دیں اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو ابن صوریا کے صفات وحالات بتا دیئے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے اس وفد سے فرمایا، کہ یہ نوجوان جو فدک میں رہتا ہے ایک آنکھ سے معذور اور سفید رنگ کا ہے، کیا آپ اس کو جانتے ہیں، اس کو ابن صوریا کہا جاتا ہے سب نے اقرار کیا، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے دریافت کیا، آپ لوگ

اس کو کیسا سمجھتے ہیں، یہودیوں نے کہا کہ روئے زمین پر علمائے یہود میں سے کوئی اس سے بڑا عالم نہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اسے بُلاؤ، وہ آ گیا، نبی کریم ﷺ نے اس کو قسم دے کر پوچھا کہ تورات کا اس صورت میں کیا حکم ہے وہ بولا، کہ اُس ذات کی قسم جو آپ نے مجھے دی ہے میں یہ حقیقت ظاہر نہیں کرتا اگر آپ قسم نہیں دیتے اور مجھے یہ خطرہ نہیں ہوتا کہ غلط بات کہنے کی صورت میں تورات مجھے جلا ڈالے گی، حقیقت یہ ہے کہ تورات میں بھی یہ حکم حکمِ اسلام کی طرح ہے کہ ان دونوں کو سنگسار کر کے قتل کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر کیا آفت آئی کہ تورات کی خلاف ورزی کرتے ہو ابن صوریا کہنے لگے کہ دراصل ہمارے مذہب میں بھی زنا کی سزا یہی ہے مگر ہمارا ایک شہزادہ اس جُرم میں مبتلا ہو گیا ہم نے رعایت کی اور اس کو سنگسار نہیں کیا، پھر یہی جرم ایک معمولی آدمی سے سرزد ہوا اور اس کو سنگسار کرنا چاہا تو مجرم کے لوگوں نے احتجاج کیا کہ اس سے پہلے شہزادے کو شرعی سزا دیں پھر اس کو دیں، ورنہ ہم یہ سزا جاری نہیں ہونا دیں گے، یہ بات بڑھ گئی تو سب نے مل کر صلح کر لی کہ سب کے لئے ایک ہلکی سزا تجویز دی جائے اور تورات کا حکم چھوڑ دیں، تو اس کے بعد ہم نے مار پیٹ اور منہ کالا کر کے جلوس نکالنے کی سزا تجویز دی۔[15]

جب تیسری صدی کا آغاز ہوا، تو اس دور میں عباسی سلطنت تھی، اس دوران سخت بدامنی، فسق و فجور پھیلی، تو دو عالموں سہیل بن سلامہ الانصاری اور خالد نے قانون کو لے کر من رامنکم منکر اپر عمل شروع کیا، جس کی پاداش میں وہ گرفتار ہو کر قید کر لئے گئے۔[16]

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے سے پہلے یہودی عالم تھے، حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں اسلام لائے،[17]

حضرت انس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ آئے ہیں، تو وہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ میں تین چیزوں کے بارے میں سوال کرونگا، جن کے بارے میں صرف پیغمبر ہی جواب دے سکتا ہے، علامات قیامت میں پہلا کون سا ہو گا، دوسرا سوال یہ ہے کہ جنتی لوگ سب سے پہلے کیا چیز کھائیں گے، تیسرا سوال یہ ہے کہ ایک بچہ اپنے والدین یا اپنی والدہ سے کس طرح مشابہ ہو جاتا ہے، حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ آگ وہ پہلی چیز ہے جو قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، جو لوگوں کو مشرق سے مغرب تک جمع کرلے گی، جبکہ کلیجی کا ٹکڑا جو مچھلی کو ہو گا، جنتیوں کا پہلا خوراک ہو گا، جبکہ تیسرا جواب یہ ہے کہ وہ پانی جو مرد کا ہو اور غلبہ کرے عورت کے پانی پر، تو یہ بچے کی شکل وصورت اپنے جیسا بنالیتا ہے اور اگر عورت کا پانی مرد پر غلبہ کرلے تو تو یہ بچے کی شکل وصورت اپنے جیسا بنالیتا ہے حضرت عبد اللہ بن سلام نے جب

یہ سنا تو کہنے لگے اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ، پھر کہنے لگے اے اللہ کے رسول ﷺ، یہودی قوم بہت زیادہ بہتان باندھتے ہیں اگر آپ کے پوچھنے سے پہلے ان کو پتہ لگے تو وہ بہتان باندھنا شروع کر دیں گے، نبی کریم ﷺ نے یہودیوں کے حاضر ہونے پر سوال کیا کہ عبد اللہ بن سلام کیسے ہیں، انہوں نے جواب دیا، بہترین آدمی ہے، ان کا والد بھی اچھا آدمی ہے اور ان کا والد ہمارا سردار ہے پھر فرمانے لگے اگر عبد اللہ بن سلام مومن بن جائے تو آپ کیا کہیں گے، جواب دیا کہ وہ اس بات سے اللہ کی امان میں ہو، پھر حضرت عبد اللہ بن سلام باہر نکلے اور ان سے کہا کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ، سو یہودی کہنے لگے کہ عبد اللہ بن سلام بُرا آدمی ہے اور بُرے شخص کے بیٹے ہیں اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہتے رہے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے عرض کیں، اے اللہ کے رسول ﷺ، مجھے خدشہ اسی چیز کا تھا۔[18]

صحابہ کرام جب اسلام قبول کرتے تھے تو ان کے رشتے ناتے منقطع ہو جاتے، ان کے رشتہ دار رشتہ داریاں چھوڑ جاتے، ہمسائے اسلام قبول کرنے کے بعد ہمسائیگی چھوڑ جاتے تھے، ان سے لین دین، معاملات ختم کر دیتے تھے، ان سب تکالیف کے باوجود ان کی قوت ایمانی میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہوا، صحابیات کی حالت اس معاملے میں صحابہ کرام سے بھی زیادہ نازک تھیں، عورت کی زندگی کا تمام تر دارومدار والد، شوہر یا بھائی کی اعانت وامداد پر ہوتا ہے اور وہ کسی حالت میں بھی اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتی، باپ بیٹے سے بیٹا باپ سے، بھائی اپنے دوسرے بھائی سے قطع تعلق کر کے اپنی زندگی بسر کر سکتا ہے، لیکن عورت شوہر سے جدا ہو کر بلکل بے کس و بیچاری ہو جاتی ہے لیکن صحابیات رضی اللہ عنھن نے اسلام کے لئے اس نازک رشتے کو بھی منقطع کیا اور اپنے کافر عورتوں سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہو گئیں۔[19]

عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا نام اور آپؐ کی صفت اور آپؐ کا حلیہ پہلے ہی سے جانتا تھا مگر کسی سے ظاہر نہیں کرتا تھا جب آپؐ مدینہ منورہ تشریف لائے اور میں نے آپؐ کی خبر سنی تو اس وقت ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا، وہیں سے خوشی میں اللہ اکبر کا نعرہ لگایا میری پھوپھی خالدہ بنت حارث نے کہا اگر موسیٰ علیہ سلام کی خبر سنتا تو اس سے زیادہ خوش نہ ہوتا، میں نے کہا: ہاں خدا کی قسم یہ موسیٰ علیہ سلام کے بھائی ہیں وہی دین دے کر بھیجے گئے ہیں جو موسیٰ علیہ سلام دے کر بھیجے گئے تھے میری پھوپھی نے کہا میرے بھتیجے کیا یہ وہی نبیؐ ہیں جن کی ہم خبریں سنتے آئے ہیں کہ وہ قیامت کے سانس کے ساتھ مبعوث ہوں گے میں نے کہا: ہاں یہ وہی نبیؐ ہیں میں گھر سے نکل کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مشرف باسلام ہوا اور واپس آکر اپنے اہل وعیال کو بھی اسلام کی دعوت دی، سب نے اسلام قبول کیا۔[20]

علمائے یہود میں سب سے پہلے آپؐ کی خدمت میں ابو یاسر بن اخطب یعنی حیی ابن اخطب کا بھائی حاضر ہوا اور آپؐ کا کلام سنا جب واپس گیا تو اپنی قوم سے کہا "میرا کہنا مانو تحقیق کے ساتھ یہ وہی نبیؐ ہے جس کے ہم منتظر تھے وہ آ گئے ہیں لہذا ان پر ایمان لاو" لیکن اس کے بھائی حیی ابن اخطب نے اس کی مخالفت اور قوم میں بڑا اور سردار حیی مانا جاتا تھا قوم اس کی اطاعت کرتی تھی اس پر شیطان غالب آیا اور حق کے قبول سے اس کو روکا۔ قوم نے اسی کی اطاعت کی اور اور اسی کا کہنا مانا اور ابو یاسر کا کہنا نہ سنا۔[21]

ایک یہودی عالم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایسے وقت پہنچا کہ آپؐ سورہ یوسف پڑھ رہے تھے اس نے پوچھا اے محمد ﷺ یہ سورہ آپؐ کو کس نے تعلیم دی ہے آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تعلیم دی ہے اس کو بہت تعجب ہوا اور وہ یہودی عالم فوراً یہود کی طرف واپس گیا اور جا کر یہ کہا محمد ﷺ قرآن پڑھتے ہیں وہ ایسی ہی کتاب معلوم ہو تی ہے جیسے تورات موسیٰ علیہ سلام پر نازل ہوئی اور یہود کی ایک جماعت کو اپنے ساتھ لے کر آپؐ کی خدمت میں آیا ان لوگوں نے آپ ﷺ کی صورت اور صفت کو دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ وہی نبیؐ ہیں جن کی آمد کی توریت میں خبر دی گئی ہے آپؐ کے دوشانوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا اور آپؐ جو سورہ یوسف پڑھ رہے تھے اس کو خوب غور سے سُنا، سُن کر حیران رہ گئے اور سب اسلام لے آئے۔[22] نبی کریم ﷺ کو جب اُن کی والدہ نے دودھ پلانے کی غرض سے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا تو حفاظت کرنے کا بھی کہا کہ میرے بچے کی حفاظت کرتی رہنا اسی کے ساتھ وہ تمام باتیں بھی بتائیں جو نبی کریم ﷺ کے متعلق انہوں نے دیکھی تھیں کچھ دن گزرنے کے بعد حضرت حلیمہ کے پاس سے یہودیوں کا گزر ہوا جن سے حضرت حلیمہ نے کہا کہ میرے اس بچے کی نسبت آپ لوگ مجھے کچھ نہیں بتاتے، یہ شکم میں رہے اسی طرح رہے، الغرض نبی کریم ﷺ کی والدہ نے جو باتیں بتائی تھیں، سب کہہ دی ،ایک یہودی عالم نے انھیں کہا کہ اسے نعوذ باللہ قتل کر دیں، دوسرے نے پوچھا کیا یہ بچہ یتیم ہے؟ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نہیں، اور اپنے شوہر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ ان کا باپ ہے اور میں ان کی ماں ہوں، تو پھر انہوں نے کہا کہ اگر یہ بچہ یتیم ہوتا تو ہم اسے قتل کر ڈالتے، جب یہ واقعہ پیش آیا تو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کو لے کر چلی گئیں،[23] نبی کریم ﷺ کے ایک دودھ شریک بھائی تھے جو نبی کریم ﷺ سے کہنے لگے کیا آپ کی رائے میں پیغمبری وبعثت ہونے والی ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا، قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ قیامت کے دن میں تیرا ہاتھ پکڑ لوں گا اور تجھے پہچان لوں گا، نبی کریم ﷺ کی رحلت کے بعد جب یہ ایمان لائے تو بیٹھ کر رویا کرتے تھے اور کہتے تھے، مجھے تو صرف اتنی امید ہے کہ نبی کریم ﷺ قیامت کے دن میرا ہاتھ پکڑ لیں گے تو میری نجات ہو جائے گی۔[24]

اسلام قبول کرنے سے پہلے جو گناہ ہوتے ہیں، چاہے کوئی بھی مذہب ہو، لیکن جب ایک انسان سچے دل سے اسلام قبول کرتا ہے، تو اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ ہمارے پچھلے گناہ کیسے معاف ہونگے، ہم لوگ جاہل اور بُت پرست تھے اپنی اولاد کو مار ڈالتے تھے، چنانچہ میری ایک بیٹی تھی جب وہ پانچ سال کی ہو گئی اور جواب دینے لگی تو میں اس کے مار ڈالنے کے درپے ہوا، وہ بچی میری نہایت فرمانبردار اور مطیع تھی جب اس بچی کو میں اپنے پاس بلاتا تو نہایت خوش ہوتی تھی اور دوڑ کر چلی آتی تھی، ایک دن میں نے اس کو بُلایا اور کہا، میرے ساتھ چلو، وہ خوشی سے میرے پیچھے پیچھے آرہی تھی، میں اسے اپنے خاندان کے ایک کنویں پر جو میرے گھر سے اتنا دُور نہیں تھا، میں اس کو ادھر لے گیا، اور اس بچی کو ہاتھ سے پکڑ کر اس کو کنویں میں دھکیل دیا، وہ مجھے اباجان اباجان کہہ کر پکارتی رہی، لیکن مجھے اس پر ذرا سا رحم نہیں آیا، اور اسے دھکیل کر وہاں سے چلا گیا، نبی اکرم ﷺ یہ بیان سُن کر رونے لگے اور اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے آپ کی ریش مبارک تر ہو گئی پھر فرمایا، جاہلیت کی خطا اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادی، اب آئندہ احتیاط کرنا۔[25]

بعض مقامات پر یہود کے اجتماعی ادارے بھی قائم تھے، خود مدینہ میں بیت المدارس کے نام سے ان کا ایک ادارہ تھا جس میں ان کے احبار اور صاحب امر یکجا ہو کر آپس میں صلاح ومشورہ کرتے تھے؛ ممکن ہے کہ مراسم عبادت بھی وہ یہیں ادا کرتے ہوں اور یہیں پر ان کی مذہبی کتابیں بھی محفوظ رہتی ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کئی بار بغرض تبلیغ یہاں تشریف لے گئے تھے۔[26] یہود علماء میں کچھ ایسے لوگ تھے جن کی یہ کوشش ہوتی کہ مسلمانوں کو یہودی بنایا جائے، اور مسلمانوں کو یہودیت کی دعوت دیتے تھے

یہودی ہمیشہ یہ کوشش کرتے تھے کہ مسلمانوں کو یہودیت کا قائل کریں، تاکہ ہمارا دین غلبہ حاصل کرے، حالانکہ یہ ان کا وہم تھا، مسلمان کبھی بھی یہودیت کو قبول نہیں کرتے، دین اسلام کی نعمت سے فیض یاب ہونے کے بعد مسلمان کسی دوسرے مذہب کا نہیں سوچتا۔[27]

جس دور میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ خلیفہ بنے اور شام کے علاقے میں تھے تو اس دوران ایک یہودی عالم مسلمان ہوئے تھے، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے ان سے پُوچھا کہ آپ ہمیں یہ بتائے کہ ذبیح کون تھا، تو انہوں نے جواب دیا کہ سچ یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل ہی تھے، یہودی لوگ مسلمانوں سے بغض وکینہ رکھتے تھے، اس لئے اس علم کے باوجود کہ ذبیح حضرت اسماعیل تھے، وہ یہ کہا کرتے تھے کہ ذبیح حضرت اسحاق تھے۔[28]

زمانہ قدیم میں یہودی عورتوں میں جو بد اخلاقیاں پھیل چکی تھیں، اس میں ایک یہ بھی تھا کہ جن عورتوں کے بال جھڑ جاتے وہ مصنوعی بال لگا دیتی تھیں، لیکن نبی کریم ﷺ نے مسلمان عورتوں کو اس کی ممانعت فرمادی تھی، آپ کے بعد جب مسلمان عورتوں نے بھی یہی روش اختیار کیں تو صحابیات نے اس پر شدت سے روک ٹوک کی، چنانچہ ایک کسی عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میری بیٹی دلہن بنی ہے لیکن بیماری سے اس کے بال جھڑ گئے ہیں ، کیا مصنوعی بال جوڑ دوں؟ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔[29]

یہودی علماء جن کو یہ معلوم تھا کہ یہ قرآن حق ہے، یہ رسول ﷺ خاتم النبیین ہے، اور اس کے بعد جب یہ ایمان قبول نہیں کرتے تو اس کی بڑی وجہ یہ تھی، کہ ان کو اپنا مال اور جاہ و جلال زیادہ محبوب تھا، اور یہ سوچتے تھے کہ اگر دین اسلام کو قبول کرلیں تو ان کی مذہبی حیثیت ختم ہو جائے گی۔[30]

بنو قینقاع مدینہ کے دوسرے یہودی قبائل کے مقابلے میں زیادہ مظبوط اور طاقتور تھے، سب سے پہلے اسی قبیلے نے معاہدہ شکنی کیں اور اسی کے نتیجے میں جلاوطن کئے گئے، یہ لوگ مدینہ سے نکل کر ازعات میں جو شام کا ایک قلعہ ہے، ادھر یہ لوگ چلے گئے۔[31]

تبع ایک بادشاہ تھا، اسے یہودی عالموں نے کہا کہ کیا تُو اس شہر مدینہ کو ختم کرنا چاہتا ہے اگر آپ اس ارادے سے ہیں، تو اس ارادے میں آپ کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے، کیونکہ تیرے بُرے ارادے کے لئے اللہ نُصرت کافی ہو جائے گی، تبع نے کہا وہ کیسے؟ یہودی علماء نے کہا کہ مدینہ آخری نبی ﷺ کا دارالھجرۃ ہے اور وہ نبی قریش میں سے ہو گا اور مکہ سے ہجرت کرکے یہاں مدینہ آئے گا لہذا تُو اپنے ارادے سے باز آجا، ان کی باتوں سے تبع باز آگیا، اس کے بعد تبع یہودی بن گیا، یہ دو یہودی عالم قبیلہ بنو قریظہ سے تعلق رکھتے تھے ایک کا نام کعب اور دوسرے کا نام اسد تھا، اور دونوں آپس میں چچازاد بھائی تھے۔[32]

جزیرہ عرب میں سب سے زیادہ پڑھے لکھے یہودی ہوتے تھے، تحریر کا رواج یہود ہی کے ذریعے نسبت کیا جاتا ہے، یہود کے علماء صرف اپنی مذہبی زبان عبرانی ہی نہیں بلکہ عربی زبان سے بھی بخوبی واقف تھے ان کی روزمرہ کی زبان بھی یہی تھی اور اپنے بچوں کو اس کی تعلیم بھی دیتے تھے۔[33]

دین اسلام ایک ہی دین ہے جو انسانیت کو ایک رب کی عبادت کا درس دیتی ہے، یہودی علماء اکثر آپس میں اختلاف کیا کرتے تھے، لڑنے جھگڑنے سے اپنے مذہب کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، ایک دوسرے کے بارے میں بولتے رہے کہ فلاں کا کوئی دین نہیں، پھر جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے، تو علم ہونے کے باوجود ان میں کچھ انکار کرنے لگے، اور اپنے آباء واجداد کو یاد کرتے رہے کہ یہ ہمارے آباء واجداد کی دین ہے۔[34]

خلاصہ کلام

صحابہ کے محاسن اخلاق میں مساوات کا ایسا وصف موجود تھا جو خود قلوب کو اپنی طرف مائل کرتا تھا، بالخصوص جب مسلمانوں کے مساویانہ طرز معاشرت کا یہودیوں کی ناہموار طرز معاشرت سے مقابلہ ہوتا تھا، تو یہ وصف خصوصیت کے ساتھ نمایاں ہو جاتا تھا، اور حق پسند لوگ خوا مخواہ بندوں کی غلامی سے رہائی حاصل کرنا چاہتے تھے پھر قران اور احادیث مبارکہ کی صورت میں تعلیمات نبویہ ﷺ کا اتنا عظیم تر ذخیرہ موجود ہے کہ اس کے مقابلے میں نہ صرف یہودیت بلکہ دنیا کے جملہ ادیان و مذاہب کچھ بھی نہیں ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی کریم ﷺ معلم الکتاب والحکمہ بنا کر بھیجا، حجاز کے یہود عموماً شام و فلسطین سے آئے تھے جہاں کی زمین زرخیزی اور زراعت کی موزونیت کے لحاظ سے ضرب المثل تھی۔ صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی پیدائش حضرت یوسف علیہ السلام کے اولاد میں ہوئی، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو صحابی کے درجے سے نوازا، قبل الاسلام یہودی مذہب کے عالم تھے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں کسی کے لئے کوئی امتیازی معاملہ نہیں ہوتا، جو بندہ عقیدہ اور عمل درست کرلے، اس کے لئے کامیابی ہے یعنی ایمان کی دولت سب سے بڑی چیز ہے، یہودی جب تک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکامات کے پابند رہے تھے، اس وقت تک اللہ کی نعمتیں ان پر تمام ہوتی گئیں، لیکن جب انہوں نے نافرمانی شروع کردی، تو یہ لوگ عذاب کے مستحق بن گئے، یہودی علماء میں بہت سارے نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے تھے۔۔ یہود کو اس کا علم تھا کہ جس نبی ﷺ کے ظہور کی موسیٰ علیہ سلام نے بشارت دی ہے ان کی بعثت کا زمانہ قریب آگیا ہے اس لئے یہود خاص طور پر آپؐ سے ملنے کے لئے آتے تھے قسمت نے جس پیشانی پر حرف سعادت لکھ دیا تھا وہ آپؐ کو دیکھتے ہی پہچان جاتے کہ یہ وہی نبیؐ برحق ہیں جن کی انبیاء سابقین نے بشارت دی ہے اور وہ بلا تردد اور بلا توقف ایمان لے آتے اور جس کی قسمت میں محرومی لکھی تھی وہ محروم رہے۔

مصادر و مراجع

1۔ مبارکپوری، صفی الرحمٰن، مولانا، الرحیق المختوم، المکتبۃ السلفیہ، ص265، ج01، لاہور، 2000ء

2۔ علامہ، محمد بن اسحاق بن یسار سیرت ابن ہشام،، ص نمبر455، ادارہ اسلامیات انار کلی، لاہور، 2009ء

3۔ عسقلانی، ابن حجر، مولانا، فتح الباری، ص220، ج07، دار الکتب العلمیہ، لبنان، س۔ن

4۔ ندوی، معین الدین، شاہ، (مرتب)، سیر الصحابہ رضی اللہ عنھم، ج03، ص66، اسلامی کتب خانہ، لاہور، س۔ن

کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، علم الکلام، ص32، ادارۃ المعارف کراچی، 2016ء 5.

۔ الجوزی، ابن القیم، امام، مترجم، زبیر احمد، یہود و نصاریٰ تاریخ کے آئینے میں، ص400، نعمانی کتب خانہ لاہور، 1992ء 6

7۔الانعام:91

8۔ابن مسعود،ابو محمد الحسین، تفسیر بغوی اردو،(مترجم)ج02،ص912،مدینہ پبلشرز،لاہور،س۔ن

9۔کاتب الواقدی، محمد بن سعد،علامہ،الطبقات الکبیر المعروف بہ طبقات ابن سعد،ج01،ص166،عبد اللہ اکیڈمی،لاہور، س۔ن

10۔ایضا،ص167،

11۔ایضا،ص168

12۔عثمانی،شبیر احمد،مولانا،مترجم،شیخ الہند،مولانا محمود الحسن، تفسیر عثمانی،ج01،ص43۔42،کراچی،1989

13۔قرطبی،امام،محمد بن احمد، تفسیر قرطبی،ج01،ص97،ضیاء القرآن پبلشنگ،کراچی،2002ء

14۔محمد شفیع،مفتی،مفتی اعظم پاکستان،معارف القرآن،ج03،ص141،ادارۃ المعارف،کراچی،2017ء

15۔ایضا،ص142

16۔ندوی،ابو الحسن،مولانا،علماء ربانی کی ذمہ داریاں،ص19،ندوۃ العلماء،لکھنؤ،1990

17۔النسفی،ابی البرکات،عبد اللہ بن احمد بن محمود، تفسیر مدارک (اردو)،ج08،ص1125،مکتبہ علوم اسلامیہ،لاہور، 2013ء

18۔بخاری،ابو عبد اللہ،محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری،کتاب التفسیر،باب قولہ:من کان عدوّا لجبریل،ج03،رقم الحدیث 4470،مکتبہ تعمیر انسانیت،لاہور،1977ء

19۔ندوی،معین الدین،شاہ،(مرتب)،سیر الصحابہ رضی اللہ عنھم،ج02،ص9،اسلامی کتب خانہ،لاہور،س۔ن

20۔العسقلانی،ابن حجر،علامہ،فتح الباری شرح صحیح البخاری،ج07،ص19،دار الحدیث،القاہرہ،س۔ن

21۔ایضا،ج07،ص214

22۔کاتب الواقدی، محمد بن سعد،علامہ،الطبقات الکبیر المعروف بہ طبقات ابن سعد،ج01،ص118

23۔ایضا،ص119

24۔ایضا،ص120

25۔داؤد،عبد الباقی،تاریخ وفضائل مکہ مکرمہ،مترجم،محمد وسیم،ص528،مشتاق بک کارنر،لاہور،2014ء

26۔ابن ہشام،عبد الرحمن بن عبد اللہ،الروض الانف فی التفسیر سیر النبویہ،ج03،ص38،دار الکتب العلمیہ،لبنان،س۔ن

27۔قرطبی،امام،محمد بن احمد، تفسیر قرطبی،ج01،ص193

28۔ندوی،معین الدین،شاہ،(مرتب)،سیر الصحابہ رضی اللہ عنھم،ج02،ص9،اسلامی کتب خانہ،لاہور،س۔ن

29۔ایضا،ص66

30۔ عثمانی، شبیر احمد، مولانا، مترجم، شیخ الہند، مولانا محمود الحسن، تفسیر عثمانی، ج01، ص47

31۔ ندوی، معین الدین، شاہ، (مرتب)، سیر الصحابہ رضی اللہ عنھم، ج02، ص63،

32۔ الطبری، علامہ، محمد بن جریر، تاریخ طبری، (مترجم، ابراہیم ندوی)، ج01، ص433، عبد اللہ اکیڈمی، لاہور، س۔ن

33۔ ندوی، معین الدین، شاہ، (مرتب)، سیر الصحابہ رضی اللہ عنھم، ج02، ص21،

34۔ سیوطی، جلال الدین، امام، تفسیر جلالین، مترجم، لیاقت علی، ج04، ص626، شبیر برادرز، لاہور، 2014ء